ترجمۂ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم

ترتیب وتدوین: لطف الرحمٰن خان

سورۂ آل عمران (مسلسل)

آیات ۹۸'۹۹

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾﴾

ع و ج

عَوِجَ (س) عَوْجًا : کسی چیز کا ٹیڑھا ہونا۔

عِوَجٌ (اسم ذات) : کجی' پیچیدگی' آیت زیر مطالعہ۔

ترکیب: ''تَصُدُّوْنَ'' کا مفعول ''مَنْ اٰمَنَ'' ہے۔ ''تَبْغُوْنَهَا'' کی ضمیر مفعولی ''سَبِيْل'' کے لیے ہے۔ ''سَبِيْلٌ'' مذکر ومؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اس لیے مؤنث ضمیر بھی درست ہے۔ ''عِوَجًا'' مفعول ثانی ہے۔

ترجمہ:

قُلْ : آپؐ کہیے

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ : اے اہل کتاب

لِمَ تَكْفُرُوْنَ : تم لوگ کیوں انکار کرتے ہو

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ : اللہ کی آیات کا

وَ : حالانکہ

اللّٰهُ : اللہ

شَهِيْدٌ : گواہ ہے
عَلٰی مَا : اس پر جو
تَعْمَلُوْنَ : تم لوگ کرتے ہو
قُلْ : آپؐ کہیے
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ : اے اہل کتاب
لِمَ تَصُدُّوْنَ : تم لوگ کیوں روکتے ہو
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : اللہ کے راستے سے
مَنْ : اس کو جو
اٰمَنَ : ایمان لایا
تَبْغُوْنَهَا : تم لوگ تلاش کرتے ہو اس میں
عِوَجًا : پیچیدگی کو
وَّ : حالانکہ
اَنْتُمْ : تم لوگ
شُهَدَآءُ : گواہ ہو
وَمَا اللّٰهُ : اور اللہ نہیں ہے
بِغَافِلٍ : غافل
عَمَّا : اس سے جو
تَعْمَلُوْنَ : تم لوگ کرتے ہو

آیات ۱۰۰، ۱۰۱

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾﴾

ع ص م

عَصَمَ (ض) عَصْمًا : کسی کو کسی سے بچانا۔ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ﴾ (المائدۃ:۶۷) ''اور اللہ بچائے گا آپؐ کو لوگوں سے۔''

عَاصِمٌ (اسم الفاعل) : بچانے والا۔ ﴿مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ﴾ (یونس:۲۷) ''ان کے لیے نہیں ہے اللہ سے کوئی بچانے والا۔''

عِصَمٌ (اسم ذات) : بچاؤ، حفاظت۔ اس مفہوم کے ساتھ نکاح کے لیے آتا ہے: ﴿وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ (الممتحنۃ:۱۰) ''اور تم لوگ مت تھامو یعنی مت قائم رکھو کافر عورتوں کے نکاح کو۔''

اِعْتَصَمَ (افتعال) اِعْتِصَامًا: بچاؤ یا حفاظت کے لیے کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنا۔ آیت زیر مطالعہ۔

اِعْتَصِمْ: تو مضبوطی سے پکڑ۔ ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (آل عمران:۱۰۳) ''اور تم لوگ مضبوطی سے پکڑو اللہ کی رسی کو سب کے سب۔''

اِسْتَعْصَمَ (استفعال) اِسْتِعْصَامًا : بچاؤ یا حفاظت چاہنا یعنی باز رہنا۔ ﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ﴾ (یوسف:۳۲) ''میں نے پھسلایا اس کو اس کے نفس سے تو وہ باز رہا۔''

ترجمہ:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ : اے لوگو جو	اٰمَنُوْٓا: ایمان لائے
اِنْ تُطِیْعُوْا : اگر تم لوگ اطاعت کرو گے	فَرِیْقًا : کسی فریق کی
مِّنَ الَّذِیْنَ : ان میں سے جو	اُوْتُوا: دیے گئے
الْکِتٰبَ : کتاب	یَرُدُّوْکُمْ : تو وہ لوگ پھیر دیں گے تم کو
بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ : تمہارے ایمان کے بعد	کٰفِرِیْنَ : کفر کرنے والا ہوتے ہوئے
وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ : اور تم لوگ کیسے کفر کرو گے	وَ : حالانکہ (یعنی جبکہ)
اَنْتُمْ : تم لوگ ہو (کہ)	تُتْلٰی عَلَیْکُمْ : پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تم کو
اٰیٰتُ اللّٰہِ : اللہ کی آیتیں	وَ : اور (جبکہ)
فِیْکُمْ : تم لوگوں میں ہے	رَسُوْلُہٗ : اس کا رسولؐ
وَمَنْ یَّعْتَصِمْ : اور جو مضبوطی سے پکڑے گا	بِاللّٰہِ : اللہ کو
فَقَدْ ھُدِیَ: تو لازماً اس کی راہنمائی کی جائے گی	اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ : ایک سیدھے راستے کی طرف

آیات ۱۰۲، ۱۰۳

﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴿۱۰۲﴾
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ
النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ﴿۱۰۳﴾﴾

ح ب ل

حَبَلَ (ن) حَبْلًا : رسّی سے باندھنا۔

حَبْلٌ ج حِبَالٌ (اسم ذات) : رسّی، معاہدہ۔ ﴿فَاَلْقَوْا حِبَالَھُمْ وَعِصِیَّھُمْ﴾ (الشعراء: ٤٤) ''تو انہوں نے ڈالیں اپنی رسیاں اور اپنی لاٹھیاں۔''

ش ف و

شَفَا (ن) شَفْوًا : چاند نکلنا، کسی چیز کا کنارہ ظاہر ہونا۔

شَفَا : ہر چیز کا کنارا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ح ف ر

حَفَرَ (ض) حَفْرًا : مٹی کھودنا، گڑھا بنانا۔

حَافِرَۃٌ (اسم الفاعل) : مٹی کھودنے والا، پھر استعارۃً گھوڑے کے سُم اور دوسرے قدموں کے لیے آتا ہے جو چلتے وقت مٹی اُڑاتے ہیں۔ ﴿ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ﴾ (النّٰزعٰت) ''کیا ہم لوگ ضرور لوٹائے جانے والے ہیں قدم میں یعنی اُلٹے پاؤں۔''

حُفْرَۃٌ (اسم ذات) : گڑھا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ن ق ذ

نَقَذَ (ن) نَقْذًا : نجات دینا، چھوڑنا۔

اَنْقَذَ (افعال) اِنْقَاذًا : کسی آنے والی مصیبت سے بچانا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

اِسْتَنْقَذَ (استفعال) اِسْتِنْقَاذًا : کسی مصیبت میں گرفتار کو چھڑانا، نجات دلانا۔ ﴿وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ﴾ (الحج:۷۳) ''اور اگر چھین لے ان سے مکھی کوئی چیز تو وہ لوگ نہ چھڑا سکیں اس کو اس سے۔''

ترکیب: ''جَمِیْعًا'' تمیز ہے۔ ''تَفَرَّقُوْا'' کی ایک 'تا' گری ہوئی ہے، یعنی یہ فعل نہی ''لَا تَتَفَرَّقُوْا'' ہے۔ ''کُنْتُمْ'' کی خبر 'اَعْدَاءً' ہے۔ ''اَصْبَحْتُمْ'' فعل ناقص ہے۔ اس کا اسم 'اَنْتُمْ' کی ضمیر ہے اور ''اِخْوَانًا'' اس کی خبر ہے۔ ''وَکُنْتُمْ'' کی خبر محذوف ہے جو 'قَائِمِیْنَ' ہوسکتی ہے۔ ''عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ'' قائم مقام خبر ہے۔ ''فَاَنْقَذَ'' کا فاعل اس میں ''ھُوَ'' کی ضمیر ہے جو اللہ کے لیے ہے۔ ''یُبَیِّنُ'' کا مفعول ہونے کی وجہ سے 'اٰیٰتِہٖ' منصوب ہے۔

ترجمہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ : اے لوگو جو	اٰمَنُوا : ایمان لائے
اتَّقُوا : تم لوگ تقویٰ کرو	اللّٰہَ : اللہ کا
حَقَّ تُقٰتِہٖ : (جیسا کہ) اس کے تقویٰ کا حق ہے	وَلَا تَمُوْتُنَّ : اور تم لوگ ہرگز مت مرنا
اِلَّا : مگر	وَ : اس حال میں کہ
اَنْتُمْ : تم لوگ	مُّسْلِمُوْنَ : فرماں برداری کرنے والے ہو
وَاعْتَصِمُوْا : اور تم لوگ مضبوطی سے پکڑو	بِحَبْلِ اللّٰہِ : اللہ کی رسّی کو
جَمِیْعًا : سب کے سب	وَّلَا تَفَرَّقُوْا : اور تم لوگ پھٹ کر الگ الگ مت ہو

وَاذْكُرُوْا :اور یاد کرو	نِعْمَتَ اللّٰهِ :اللہ کی نعمت کو
عَلَيْكُمْ :اپنے اوپر	اِذْ كُنْتُمْ :جب تم لوگ
اَعْدَآءً :دشمن تھے	فَاَلَّفَ :پھر اس نے محبت پیدا کی
بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ :تمہارے دلوں کے درمیان	فَاَصْبَحْتُمْ :تو تم لوگ ہو گئے
بِنِعْمَتِهٖ :اس کی نعمت سے	اِخْوَانًا :بھائی بھائی
وَكُنْتُمْ :اور تم لوگ تھے	عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ :ایک گڑھے کے کنارے پر
مِّنَ النَّارِ :آگ میں سے	فَاَنْقَذَكُمْ :پھر اس نے بچایا تم کو
مِّنْهَا :اس سے	كَذٰلِكَ :اس طرح
يُبَيِّنُ :واضح کرتا ہے	اللّٰهُ :اللہ
لَكُمْ :تمہارے لیے	اٰيٰتِهٖ :اپنی آیتوں کو
لَعَلَّكُمْ :شاید کہ تم لوگ	تَهْتَدُوْنَ :ہدایت پاؤ

نوٹ: سمجھنے والی بات یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اختلاف سے منع نہیں کیا ہے بلکہ تفرقہ سے روکا ہے۔ اختلاف ایک فطری امر ہے‘ اس لیے یہ تو ہوگا اور رہے گا۔ اختلاف تو صحابہ کرامؓ میں بھی تھا۔ لیکن اس کی بنیاد پر پھٹ کر ایک دوسرے سے الگ ہو جانا اور ایک دوسرے کی تنقیص کرنا تفرقہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس حرکت سے منع کیا ہے۔

آیت زیر مطالعہ کی تفسیر میں مفتی محمد شفیعؒ نے کافی تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے آخر میں فرمایا ہے کہ ’’اگر قرآن پر مجتمع رہتے ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کی تشریح و تفصیل کو قبول کرتے ہوئے اپنی فطری استعداد اور دماغی صلاحیتوں کی بنا پر فروع میں (یعنی جزوی باتوں میں) اختلاف کیا جائے تو یہ اختلاف فطری ہے اور اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ صحابہؓ و تابعین اور ائمہ فقہاء کا اختلاف اسی قسم کا اختلاف تھا اور اسی اختلاف کو رحمت قرار دیا گیا ہے۔ ہاں اگر ان ہی فروعی بحثوں کو اصل دین قرار دیا جائے اور ان میں اختلاف کو جنگ و جدل اور سب و شتم کا ذریعہ بنا لیا جائے تو یہ بھی مذموم ہے‘‘۔ (معارف القرآن)

آیات ۱۰۴‘۱۰۵

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَ
هُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾﴾

ن ك ر

نَکِرَ (س) نَکَرًا :(۱) کسی چیز کا عرفان نہ ہونا' کسی کو اجنبی سمجھنا۔(۲) ناگوار ہونا' برا ہونا (اجنبیت انسان کو اچھی نہیں لگتی)۔﴿نَکِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً﴾ (هود:۷۰) ''انہوں نے اجنبی سمجھا ان کو اور محسوس کیا ان سے خوف۔''

نَکِيْرٌ : فَعِيْلٌ کا وزن ہے۔اسم ذات کے معنی میں آتا ہے۔ناواقفیت' عدمِ عرفان۔﴿فَکَيْفَ کَانَ نَکِيْرِ﴾ (سبا) ''تو کیسی تھی مجھ سے ناواقفیت!''﴿مَالَکُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَالَکُمْ مِّنْ نَّکِيْرٍ﴾ (الشوریٰ) ''تمہارے لیے نہیں ہوگی کسی قسم کی کوئی پناہ گاہ اس دن اور تمہارے لیے نہیں ہو گا کسی قسم کا کوئی عدمِ عرفان۔''

نُکْرٌ اور نُکُرٌ (صفت):ناگوار'برا۔﴿فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّکْرًا﴾ (الکهف) ''تو وہ عذاب دے گا اس کو ایک برا عذاب۔''﴿يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰی شَيْءٍ نُّکُرٍ﴾ (القمر) ''جس دن بلائے گا بلانے والا ایک ناگوار چیز کی طرف۔''

اَنْکَرُ (افعل التفضیل) : زیادہ برا' زیادہ ناگوار۔﴿اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ (لقمٰن) ''بے شک ناگوار ترین آواز گدھے کی آواز ہے۔''

اَنْکَرَ (افعال) اِنْکَارًا :واقفیت کا اقرار نہ کرنا' پہچاننے سے انکار کرنا۔﴿يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْکِرُوْنَهَا﴾ (النحل:۸۳) ''وہ لوگ پہچانتے ہیں اللہ کی نعمت کو' پھر پہچاننے سے انکار کرتے ہیں اس کا۔''

مُنْکِرٌ (اسم الفاعل) : نہ پہچاننے والا' انکار کرنے والا۔﴿فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْکِرُوْنَ﴾ (یوسف) ''تو اس نے پہچانا ان کو اور وہ لوگ اس کو نہ پہچاننے والے تھے۔''﴿قُلُوْبُهُمْ مُّنْکِرَةٌ﴾ (النحل:۲۲) ''ان کے دل انکار کرنے والے ہیں۔''

مُنْکَرٌ:اسم المفعول ہے اور صفت کے طور پر بھی آتا ہے۔(۱) نہ پہچانا ہوا' اجنبی۔(۲) ناگواری۔(۳) برائی (جس کو انسانی فطرت نہیں پہچانتی)۔﴿اِنَّکُمْ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ﴾ (الحجر) ''بے شک تم لوگ ایک اجنبی قوم ہو۔''﴿وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ کَفَرُوا الْمُنْکَرَ﴾ (الحج:۷۲) ''اور جب بھی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو ہماری واضح آیات تو تُو دیکھتا ہے ان کے چہروں میں جنہوں نے کفر کیا' ناگواری کو)۔'' برائی کے مفہوم میں آیت زیرِ مطالعہ میں آیا ہے۔

نَکَّرَ (تفعیل) تَنْکِيْرًا:کسی کو ناقابلِ پہچان بنانا' کسی کا بھیس بدلنا۔

نَکِّرْ (فعل امر) :تو بھیس بدل دے۔﴿نَکِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا﴾ (النمل:۴۱) ''تم لوگ بھیس بدل دو اس کے لیے اس کے تخت کا۔''

ترکیب: ''وَلْتَکُنْ'' ، ''کَانَ'' کا فعل امر غائب میں واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور یہ

''كَانَ'' تامہ ہے۔ ''اُمَّةٌ'' اس کا فاعل ہے اور نکرہ مخصوصہ ہے۔ ''يَدْعُوْنَ يَاْمُرُوْنَ'' اور ''يَنْهَوْنَ'' اس کی خصوصیت ہیں۔ ''اُمَّةٌ'' مؤنث غیر حقیقی ہے اس لیے مذکر کے صیغے بھی جائز ہیں اور اسم جمع ہے' اس لیے جمع کے صیغے آئے ہیں۔ ''تَفَرَّقُوْا'' فعل ماضی کا جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ ''جَاءَ'' کا فاعل ''الْاٰيٰتُ'' محذوف ہے۔ ''الْبَيِّنٰتُ'' اس کی صفت ہے اور مؤنث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے فعل ''جَاءَتْ'' کے بجائے ''جَاءَ'' بھی درست ہے۔

ترجمہ:

وَلْتَكُنْ : اور چاہیے کہ ہو	مِّنكُمْ : تم لوگوں میں
اُمَّةٌ : ایک گروہ جو	يَّدْعُوْنَ : دعوت دے
اِلَى الْخَيْرِ : بھلائی کی طرف	وَيَاْمُرُوْنَ : اور تاکید کرے
بِالْمَعْرُوْفِ : نیکی کی	وَيَنْهَوْنَ : اور منع کرے
عَنِ الْمُنْكَرِ : برائی سے	وَاُولٰئِكَ : اور وہ لوگ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : ہی مراد پانے والے ہیں	وَلَا تَكُوْنُوْا : اور تم لوگ مت ہونا
كَالَّذِيْنَ : ان کی مانند جو	تَفَرَّقُوْا : پھٹ کر الگ الگ ہوئے
وَاخْتَلَفُوْا : اور اختلاف کیا	مِنْۢ بَعْدِ مَا : اس کے بعد کہ جو
جَآءَهُمُ : آئیں ان کے پاس	الْبَيِّنٰتُ : واضح (نشانیاں)
وَاُولٰئِكَ : اور یہ وہ لوگ ہیں	لَهُمْ : جن کے لیے
عَذَابٌ عَظِيْمٌ : ایک عظیم عذاب ہے	

نوٹ: ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں سے کچھ زیادہ وسیع النظر قسم کے افراد اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض تو ہے لیکن یہ فرضِ کفایہ ہے' فرضِ عین نہیں ہے۔ لیکن علامہ ابن کثیرؒ نے یہ مطلب نہیں لیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ''یہ یاد رہے کہ ہر ہر متنفس پر تبلیغِ حق فرض ہے' تاہم ایک جماعت تو خاص اسی کام میں مشغول رہنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اسے ہاتھ سے دفع کر دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اپنے دل سے اسے متغیر کرے۔ یہ ضعیف ترین ایمان ہے''۔ (تفسیر ابن کثیر)

مفتی محمد شفیعؒ کا کہنا ہے کہ ''اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کی ذمہ داری ہر مسلمان پر ڈالنے کے لیے قرآن کریم میں بہت سے واضح ارشادات وارد ہوئے ہیں''۔ انہوں نے سورۃ العصر کا حوالہ دیا ہے جس کے مطابق خسارے سے صرف وہی انسان بچے گا جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ دوسروں کو حق اور صبر کی تاکید کرے گا۔ نیز آل عمران: ۱۱۰ کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں پوری اُمت پر یہ

فرض عائد کیا گیا ہے۔(معارف القرآن)

ہمارے لبرل بھائیوں کے ذہنوں میں اس ضمن میں اور بھی بہت سی الجھنیں ہیں۔ان کا تسلی بخش جواب مفتی محمد شفیعؒ نے اس آیت کی تفسیر میں دیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ان میں سے چند اہم نکات ہم اپنے الفاظ میں دے رہے ہیں۔

(۱) خیر کی تعریف خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرما دی ہے کہ خیر سے مراد قرآن اور میری سنت کا اتباع ہے۔اسی طرح منکر میں وہ تمام برائیاں داخل ہیں جن کا آپ ﷺ کی طرف سے ناجائز قرار دینا معلوم و معروف ہو۔

(۲) کسی شخص کو اگر قرآن و حدیث کے مطابق معروف اور منکر کا علم نہیں تو اس پر یہ علم حاصل کرنا فرض ہے‘ لیکن اس خدمت کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں ہے۔اس لیے جاہل واعظین اور عوام سے سنی سنائی غلط باتوں پر لوگوں سے جھگڑا کرنا جائز نہیں۔

(۳) قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اُمت کے ہر فرد پر لازم ہے۔ البتہ ہر فرد پر اس کی استطاعت اور قدرت کے مطابق یہ فریضہ عائد ہو گا۔

(٤) ایک شخص جب تک متعلقہ علم حاصل کرنے کا فرض ادا نہیں کرتا‘ اُس وقت تک یہ فریضہ اس کی استطاعت کے باہر ہے۔

(۵) ایک شخص کو ہاتھ سے یا زبان سے کسی برائی کو روکنے میں کوئی شدید خطرہ لاحق ہو تو یہ فریضہ اس کی قدرت سے باہر ہے‘ اس لیے اس کے ترک کرنے پر اس کو گناہ نہیں ہو گا۔ البتہ اگر کوئی نقصان برداشت کر کے بھی یہ فریضہ سرانجام دیتا ہے تو یہ بڑی فضیلت کی بات ہے‘ لیکن ایسا کرنا اس پر فرض یا واجب نہیں تھا۔

(٦) جو اُمور واجب ہیں ان میں معروف کا امر اور منکر سے نہی کرنا واجب ہے اور مستحب امور میں ایسا کرنا مستحب ہے‘ واجب نہیں ہے۔

(۷) روکنے ٹوکنے کا معاملہ صرف ان مسائل میں ہو گا جو اُمت میں مشہور و معروف اور سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔اجتہادی مسائل جن میں اصولِ شرعیہ کے ماتحت آراء ہو سکتی ہیں ان میں یہ روک ٹوک کا سلسلہ نہ ہونا چاہیے۔

❁❁❁

میثاق ‘حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے۔

قرآن حکیم میں علم کے تفسیری معانی

حافظ محمد مشتاق ربانی

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ علم صرف جاننے کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے' جبکہ قرآن حکیم میں یہ کئی تفسیری معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک ہی کلمہ اگر قرآن حکیم میں کئی مقامات پر وارد ہوا اور مختلف مفاہیم پیش کر رہا ہو تو اسے ''الوجوہ والنظائر'' کہتے ہیں۔ ایک ہی کلمہ کا مختلف مقامات پر وارد ہونا ''النظائر'' کہلاتا ہے اور اگر وہ مختلف مفاہیم پیش کر رہا ہو تو اسے ''الوجوہ'' کہا جاتا ہے۔ جیسے ابوعبداللہ الحسین بن محمد الدامغانی (ت ۴۷۸ھ) نے ''الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللّٰہ العزیز'' میں اِتَّقُوْا کے پانچ تفسیری معانی ڈرنا' عبادت کرنا' معصیت سے بچنا' توحید اختیار کرنا اور اخلاص بیان کیے ہیں۔(۱) بعض لوگ الوجوہ والنظائر کو قرآن حکیم کا معجزہ سمجھتے ہیں۔

امام السیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' اور امام زرکشیؒ نے ''البرھان فی علوم القرآن'' میں مقاتل بن سلیمان (ت ۱۵۹ھ) کی کتاب کے مقدمہ کے حوالہ سے ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے جسے ابن سعد نے ابودرداءؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

((لا یکون الرجل فقیھا کل الفقه حتی یری للقرآن وجوھا کثیرة))(۲)

''کسی شخص کو اس وقت تک مکمل تفقہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے قرآن حکیم کے ایک ہی کلمہ کے مختلف استعمالات کا علم نہ ہو۔''

اس بحث میں ہم دیکھیں گے کہ کلمہ ''علم'' قرآن حکیم میں کس کس مفہوم میں وارد ہوا ہے۔ ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی (ت ۱۹۸۵م) نے ''الأشباہ والنظائر فی القرآن''☆ میں علم کے تین تفسیری معانی (i) الرویۃ' (ii) العلم بعینہ اور (iii) الاذن بتائے ہیں(۳)۔ اسی طرح الدامغانی نے بھی اپنی کتاب ''الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللّٰہ العزیز'' میں علم کے وہی تین مفاہیم ذکر کیے ہیں(۴) جو مفسر مقاتل بن سلیمان نے ذکر کیے ہیں' لیکن ابوالفرج ابن الجوزی (ت ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب ''نزھة

☆ یہ کتاب درحقیقت مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی' الخراسانی البلخی (ت ۱۵۰ھ) کی ہے جس کی شرح ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی نے کی ہے۔